سوال

(26) اولاد پیدا ہوتی ہے تو مولود کا ناڑا کاٹ کر الخ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب عورتوں کے اولاد پیدا ہوتی ہے تو مولود کا ناڑا کاٹ کر اسی گھر میں جہاں وہ پیدا ہوا، دفن کرتے ہیں اور کچھ چھلے وغیرہ آگ میں جلاتے ہیں اور مولود کو سوپیلا یعنی چھاج میں لٹاتے ہیں، سو یہ درست ہے یا نہیں؟

(2) جب عورتوں کے اولاد پیدا ہوتی ہے تو سوا مہینہ کنویں پر جانا اور اس کو چھونا بُرا جانتی ہیں، جب خون نفاس سے فارغ ہوتی ہیں اور تاریخ ولادت سے چالیس روز گذر جاتے ہیں تو کنویں پر جاتی ہیں اور کنویں میں خواجہ خضر کو سمجھ کر تھوڑا سیندور اور چاول اور سرسوں اس کنویں پر رکھتی ہیں، بعد ازاں پانی بھر کر چلی آتی ہیں، اس کو کنواں چھونا کہتے ہیں تو اس کا نکاح باقی رہا یا نہیں اور یہ رسم کیسی ہے؟

(3) جو عورت ایسا کام کرے کہ اس کا نکاح ٹوٹ جائے، تو اس پر طلاق رجعی عائد ہوئی یا بائن اور وہ عورت کس صورت سے اسی شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے؟

(4) ایک آدمی نے اپنی عورت کو اسقاط حمل کی دوا دی، اس کا حمل گر گیا تو وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(5) یا اپنی عورت کو ایسی دوا دیتا ہے کہ جس سے حمل نہ رہے اور وہ بانجھ ہو جائے درست ہے یا نہیں فقط۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جواب سوال اوّل،

یہ رسم نادرست و ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ محض بے اصل ہے اس کی شرع سے کوئی سند نہیں ہے اور مولود کو سوپیلا میں لٹانا بھی نہیں چاہیے کیونکہ عوام اس فعل کو اس غرض سے کرتے ہیں کہ اس سے مولود زندہ رہے گا لہٰذا اس فعل سے اجتناب چاہیے۔

جواب سوال دوم:

یہ رسم بالکل جہالت و ضلالت کی رسم ہے اس سے بھی احتراز و اجتناب لازم ہے، سوا مہینہ تک کنویں پر جانے کو اس خیال سے بُرا سمجھنا کہ کنویں میں خواجہ خضر رہتے ہیں، عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے، عقل کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ جب ایک خاص کنویں میں حضرت علیہ السلام کا وجود مانا جاوے گا تو اور کنوؤں میں بھی ان کا وجود ضرور ماننا پڑے

گا، ورنہ تخصیص بلا مخصص لازم آوے گی اور جب دیگر کنوؤں میں بھی خضر کا وجود مانا جاوے گا تو بہت سے خضر کا ہونا لازم آئے گا، کیونکہ تخص واحد کا ایک وقت میں امکنہ متعددہ میں ہونا محال ہے اور حسب تعداد کنوؤں کے بہت سے خضر کا ہونا اور حسب کمی وبیشی کنوؤں کے خضر کا کم وبیش ہونا بالکل خلاف عقل ہے اور خلاف نقل اس وجہ سے ہے کہ کسی نقلی دلیل سے خضر علیہ السلام کا کنویں میں ہونا ثابت نہیں، بلکہ کسی دلیل صحیح سے اب ان کا موجود ہونا ہی ثابت نہیں، بلکہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے خضر علیہ السلام کا زندہ نہ ہونا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

عن[1] عبداللہ بن عمرؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوۃ العشاء فی اخر حیاتہ فلما سلم قام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ارایتکم لیلتکم ھذہ فان رأس مائۃ سنۃ لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد الحدیث۔ غرض حضرت خضر علیہ السلام کو کنویں میں سمجھنا اور تاریخ ولادت سے سوا مہینہ تک کنویں پر نہ جانا اور اس کے چھونے کو بُرا سمجھنا اور چالیس دن گزر جانے کے بعد سیندور وغیرہ کنویں پر رکھنا نہایت بُری رسم ہے اور سراسر جہالت اور ضلالت کی بات ہے، جو عورت یہ کنواں کی رسم کرے گی وہ بلاشبہ گنہگار ہوگی، مگر ہاں اس رسم سے اس کا نکاح نہیں ٹوٹے گا۔

جواب سوال سوم:

جو عورت ایسا کام کرے کہ جس کی وجہ سے اس کا نکاح ٹوٹ جائے تو اس پر طلاق عائد نہیں ہوتی ہے نہ بائن اور نہ رجعی اور وہ عورت اگر پھر اپنے شوہر کے نکاح میں آنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اس کام سے توبہ کرے اور پھر اس سے نکاح کرلے۔

جواب سوال چہارم:

اگر نفخ روح کے بعد اسقاط حمل کی دوا دی اور حمل گرگیا تو وہ بلااتفاق گنہگار ہوگا اور بہت بڑا گنہگار ہوگا اور قبل نفخ روح کے اسقاط حمل کی دوا دی اور حمل گرگیا تو اس صورت میں جن علماء کے نزدیک عزل ناجائز ہے ان کے نزدیک وہ شخص گنہگار ہوگا اور جن علماء کے نزدیک عزل جائز ہے ان کے نزدیک گنہگار نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

ینتزع[2] من حکم العزل حکم معالجۃ المرأۃ اسقاط النطفۃ قبل نفخ الروح فمن قال بالمنع ھناک ففی ھذہ اولی ومن قال بالجواز یمکنہ ان یقول فی ھذہ ایضا بالجواز ومن قال بالجواز یمکنہ ان یفرق بانہ اشد لان العزل لم یقع فیہ تعاطی السبب ومعالجۃ السقط بعد السبب انتہی قال ابن الھمام فی فتح القدیر یباح الاسقاط مالم یتحلق وفی الخانیۃ لا اقول انہ یباح الاسقاط مطلقا فان المحرم اذا کسر بیض الصید یکون ضامنا لانہ اصل الصید فاذا کان ھناک مع الجزائ ثم فلا اقل ان یلحقھا اثم طھنا اذا اسقطت من غیر عذر وقال فی البحر ینبغی الاعتماد علیہ لان لہ اصلا صحیحا یقاس علیہ والظاہر ان ھذا المسئلۃ لو تنقل عن ابی حنیفۃ صریحا ولذا یعبرون بقالوا انتہی۔

جواب سوال پنجم:

ایسی دوا دینا جس سے حمل نہ رہے حکم میں اسقاط قبل از نفخ روح کے ہے پس جن کے نزدیک وہ جائز ہے، یہ بھی جائز ہے اور جن کے نزدیک وہ جائز نہیں، یہ بھی جائز نہیں، حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ یلحق[3] بھذا المسئلۃ تعاطی المرأۃ ما یقطع الاصل من اصلہ فقد افتی بعض المتاخرین من الشافعیۃ بالمنع وھو مشکل علی قولھم باباحۃ العزل مطلقا انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ عبدالرحیم عفی عنہ (سید محمد نذیر حسین)

---

[1] عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں ایک عشاء کی نماز پڑھائی۔ آپ سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آج کی رات مجھے معلوم ہوا کہ آج سے سو سال بعد تک آج کی دنیا کا کوئی انسان موجود نہ رہے گا۔

[2] عزل کے حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جان پڑنے سے پہلے عورت کا حمل گرا دینا بھی جائز ہے اور جو عزل کو ناجائز سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک حمل گرانا بالاولی ناجائز ہے اور جو عزل کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور جو عزل کو جائز سمجھتے ہیں وہ اسقاط کو ناجائز بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ عزل میں سبب ممانعت کوئی نہیں ہے اور یہاں سبب موجود ہے۔ ابن الھمام نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ جب تک جان نہ پڑے حمل کا گرا دینا جائز ہے اور خانیہ میں ہے کہ اسقاط حمل کو مطلقاً مباح کہنا درست نہیں ہے کیونکہ محرم اگر کسی پرندہ کا انڈا توڑ ڈالے تو اس پر ضمان ہے کیونکہ وہ شکار کا اصل ہے اور جس صورت میں وہاں جزا کے باوجود گناہ بھی ہوتا ہے تو بغیر عذر آدمی کے حمل کو گرا دینا اس سے کم تو نہیں ہوگا۔ بحر میں کہا کہ خانیہ کی روایت پر اعتماد کرنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں ہے اسی لیے تو اسے ''قالوا'' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

[3] اس مسئلہ کے ساتھ یہ بھی ملحق ہے کہ عورت حمل گرانے کے لیے دوائی استعمال کرے۔ شافعیہ میں سے بعض متاخرین نے اس سے منع کیا ہے لیکن عزل کے جواز کا فتویٰ دے کر اس سے منع کرنا مشکل ہے۔

[فتاوی نذیریہ](#)

جلد01